

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یا رب
 اک آبلہ پا وادی پر خار میں آوے
 مر جاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تن نازک
 آغوشِ خمِ حلقہ زنار میں آوے
 غارت گرِ ناموس نہ ہو گر ہو س زار
 کیوں شاہدِ گلِ باغ سے بازار میں آوے
 تب چاکِ گریباں کا مزا ہے دلی ناداں
 جب اک نفسُ الجھا ہوا سرتار میں آوے
 آتشِ کدہ ہے سینہ مرا رازِ نہاں سے
 اے واٹے! اگر معرضِ اظہار میں آوے
 گنجینہ معنی کا طلسم اُس کو سمجھے
 جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

ہے اور ناز۔ سے گفتار
 میں آنے کا مطلب ہرگز
 یہ نہیں کہ جب محبوب
 ناز و انداز سے گفتگو
 کرے گا تو ایسا ہوگا۔
 مقصود یہ ہے کہ محبوب
 جب بھی بولتا ہے،
 ناز ہی سے بولتا ہے
 گویا یہ اس کی ایک
 مستقل صفت ہے۔
 اس کی کوئی بات ناز
 سے خالی ہو ہی نہیں
 سکتی۔ اس مستقل صفت
 کے پیشِ نظر "ناز"
 کا لفظ شاعر کو ضروری
 معلوم ہوا۔

۲۔ شرح :

اے محبوب! تو دلکش

و دلاویز قامت کے ساتھ باغ میں آجائے تو سرودِ صنوبر جنھیں اپنی بلند قامتی پر
 ناز ہے، سائے کی طرح ساتھ ساتھ پھرنے لگیں۔

واضح رہے کہ شاعر نے محبوب کے لیے قدرِ دلکش کا لفظ استعمال کیا۔ اس
 سے یہ ظاہر کہ نامقصود ہے کہ محض بلندیِ قامت کوئی خوبی نہیں، قد اتنا ہی
 بلند ہونا چاہیے، جتنا کہ موزونیت کے باعث دل کو لہجائے، نرمی بلند قامتی لفظ